سیرتِ صحابہ کرام کی روایات کے اصول وضوابط: معاصر آراء کا تجزیاتی مطالعہ

Principles and Rules of Traditions of the Sirat yhe Companions: An Analytical Study of Contemporary opinion

1- Dr. Muhammad Muawia	2- Syed Ashfaq Ahmed
Assistant Professor .Department of Islamic Studies . ISP Multan	M.Phil Research Scholar Department of Islamic Studies . ISP Multan
Email: muhammadmuawia@isp.edu..pk	Email: Engrashfaqahmad3451@gmail.com

To cite this article:

Dr.Muhammad Muawiyah ,Syed Ashfaq Ahmed , Jan-June(2022) Urdu

سیرتِ صحابہ کرام کی روایات کے اصول وضوابط: معاصر آراء کا تجزیاتی مطالعہ

Principles and Rules of Traditions of the Sirat yhe Companions: An Analytical Study of Contemporary opinion

Albahis: Journal of Islamic Sciences Research, *1*(2), 1–13. Retrieved from https://brjisr.com/index.php/brjisr/article/view/14

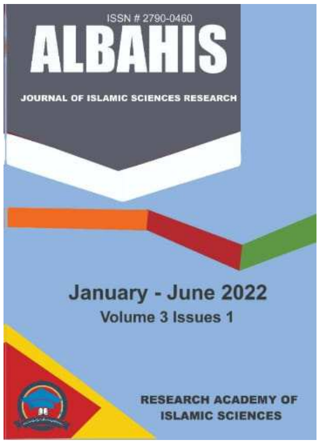

Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)

OPEN ACCESS

سیرتِ صحابہ کرام کی روایات کے اصول وضوابط: معاصر آراء کا تجزیاتی مطالعہ

Principles and Rules of Traditions of the Seerat-e-Companions: An Analytical Study of Contemporary opinion

Abstract

Researchers , Scholars and historians have rendered invaluable services on important topics such as the biography of the Prophet (P.B.U.H) and the Biography of Sahaabah.
But unfortunately some writers have included in their writings some traditions and baseless historical references about the holy congregation of the Companions which are not worthy of the holy congregation and do not meet the rules and regulations of the traditions of these biographies and histories - Leading historians of the present day have done unparalleled work on the Seerah of the Companions in the case of the writings and compilations of the Seerah and history. Has done research work on relations with But in the beginning (in the case) as well as in the context, the principles of Seerah and history have been discussed in detail and we have tried to bring out all the principles that are standard, accepted, in the Seerah and the character of the Companions and the disputes of the Companions. I am going to pave the way for balance and moderation
In The following Lines, a special study or the principles of biography and history described by contemporary historians such as Maulana Shibli Nomani (1913) Maulana Saeed Ahmed Akbarabadi (1985) and Maulana Nafe (2014) is presented. In this regard , efforts will be made to clarify how the path of moderation can be taken in this regard , how the honor of Ahel Bayt and Sahabah can be maintained and how such traditions can be avoided as a result . There was no mention of Ahle –e- Bayt or Zat –e- Sahaba or there was no element of division .

Key words: Principles and rules, Historical traditions, Tradition, Shibli Numani, Saeed Ahmad, Nafe`a.

کلیدی الفاظ : اصول وضوابط ٗ تاریخی روایات ٗ روایت ٗ شبلی نعمانی ٗ سعید احمد ٗ نافع

موضوع کا تعارف

حدیث مبارکہ، سیرت طیبہ اور تاریخی روایات کے بیان کرنے کے مقاصد، رد و قبول کے اصول وضوابط الگ الگ ہیں۔ قرون اولی کے علماء نے اپنے میدان کے مطابق ان تینوں مضامین کے لیے مستقل اصول وضوابط مرتب کیے ہیں۔ سیرت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ایسا موضوع ہے جو من وجہ سیرت کا حصہ

ہے اور من وجہ تاریخ کا حصہ ہے، چنانچہ جب بھی سیرت صحابہ کے حوالہ سے بحث ہو تو ضروری ہے کہ سیرت وتاریخ کی روایات کے روایتی معیار اور رد و قبول کے اصول و ضوابط کے تناظر میں بحث کی جائے۔ سیرت النبی ﷺ اور سیرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسے اہم عنوانات پر سیرت نگاروں، علماء، محققین اور تاریخ دانوں نے نہایت گراں قدر خدمات سرانجام دیں ہیں اور عرق ریزی سے معلومات کو جمع کیا جس کی وجہ سے ہم صحیح معنوں میں سیرت النبی ﷺ اور کردار صحابہ رضی اللہ عنہم سے روشناس ہو سکے، لیکن بدقسمتی سے بعض مصنفین نے صحابہ کرام کی مقدس جماعت کے بارے میں کچھ ایسی روایات اور بے بنیاد تاریخی حوالوں کو بھی اپنی تصانیف میں جمع کر دیا ہے جو اس مقدس جماعت کے لائق شان نہیں اور ان سیرت وتاریخ کی روایات کے اصول وضوابط پر پورا نہیں اترتی۔

موجودہ دور کے جید مؤرخین نے سیرت وتاریخ کی تصانیف وتالیفات کے مقدمہ میں سیرت صحابہ پر بے مثال کام کیا ہے، ان کی تالیفات میں اصلاتو سیرت طیبہ، سیرت خلفائے راشدین وصحابہ اور صحابہ کرام کے اہل بیت اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے ساتھ تعلقات وروابط پر تحقیقی کام کیا ہے لیکن ابتداء میں بھی (مقدمہ میں) اور ضمناً بھی سیرت وتاریخ کے اصول روایت پر سیر حاصل گفتگو کی ہے اور کوشش کی ہے وہ تمام اصول سامنے لائیں جو معیاری بھی ہوں، مسلّمہ بھی ہوں، سیرت وکردارِ صحابہ میں اور مشاجرات صحابہ میں توازن واعتدال کی راہ ہموار کرنے والے ہوں۔ آئندہ کی سطور میں معاصر مؤرخین مثلاً مولانا شبلی نعمانی (متوفی: 1913ء)، مولانا سعید احمد اکبر آبادی (متوفی: 1985ء) اور مولانا نافعؒ (متوفی: 2014ء) کی جانب سے بیان کردہ اصول سیرت وتاریخ کا خصوصی مطالعہ پیش کیا جارہا ہے اس سلسلہ میں کوشش یہ کی جائے گی کہ واضح ہو کہ اس موضوع میں اعتدال کی راہ کیسے اختیار کی جاسکتی ہے، ناموس اہلِ بیت وصحابہ کرام کیسے قائم رہ سکتی ہے اور ایسی روایات سے کیسے بچا جاسکتا ہے جس کے نتیجہ میں اہلِ بیت یا ذات صحابہ پر کوئی حرف نہ آئے یا تفرقہ کا عنصر پیدا نہ ہو سکے۔

روایات کا تجزیاتی مطالعہ

سیرت النبی ﷺ ہو یا سیرت صحابہ کرامؓ ان نفوس قدسیہ کے بارے میں جو روایت یا جو واقعہ بھی نقل کیا جائے وہ تعلیماتِ قرآنی، سنت مشہورہ اور مسلمہ حقائق کے مطابق ہو حتی المقدور باسند متقدمین، متاخرین اور مصنفین سے رہنمائی لی جائے۔ اس مذکورہ بحث میں سب سے بنیادی بات یہ ہے کہ ہمارے نزدیک سب سے معتبر مآخذ قرآن کریم ہے جس کی محفوظیت میں کوئی شک نہیں۔

صداقت حدیث پرکھنے کا معیار

احادیث کی جانچ پڑتال اور صداقت کو ناپنے کی سب سے بڑی کسوٹی قرآن کریم ہے جو اللہ رب العزت کے وعدے کے ساتھ پوری محفوظیت کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے شریعت اسلامیہ کا بنیادی اصول یہی ہے اسی معیار پر احادیث کی قبولیت کا فیصلہ ہوتا ہے ملت اسلامیہ کے تمام فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ احادیث کو پرکھنے کی کسوٹی قرآن پاک ہے جو اس معیار پر پوری اترے گی وہ واجب العمل ہو گی اور قابل تقلید ہو گی۔

"یہی وہ معیار ہے جس کا فیصلہ خود رسول اکرم ﷺ نے کیا ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا قول خدا کے قول کو رد نہیں کر سکتا مگر خدا کا قول میرے قول کو رد کر سکتا ہے"[1]

احادیث کی وضعیت سے بچنے کے لئے علماء محدثین نے راویوں کا چال چلن پرکھنا ضروری سمجھا کیونکہ یہ محاسبہ متن کی صحت کے لئے ضروری ہے اس کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ ایک ایسی حدیث وضع کر لی جائے جو قرآن کی مخالفت کی بجائے تائید میں ہو تب بھی اسے بطور حدیث قبول نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس قسم کے اقوال احادیث نبی اکرم ﷺ کا درجہ نہیں پاسکتے اس میں بہت زیادہ چھان پھٹک کی ضرورت ہے اور راویوں کا چال چلن، عدالت وضبط کا پرکھنا انتہائی لازم ہے۔[2]

---

[1]۔ واحد بخش سعیدی، تنویر بخاری وغیرہ، علوم الحدیث، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، لاہور، اور نیو بک پیلس اردو بازار، ص 241

[2]۔ مرجع سابق، ص 242، 241

فن اسماء الرجال کی ابتدا

احکامات اسلامی، سنت و سیرت نبوی ﷺ، سیرت صحابہؓ اور قرون اولیٰ کے بہت سے اہم واقعات سو برس یا اس کے بھی بعد قلم بند ہوئے تو مصنفین کو دقت کا سامنا تھا کہ کمزور و قوی دونوں قسم کی روایتوں میں فرق کیسے واضح کیا جائے کیونکہ اسلام راست بازی اور سچائی کی تعلیم دیتا ہے جبکہ دوسری قوموں نے اس بات کا اہتمام نہ کیا تو آج ان کی ہر بات مشکوک ہے تو مسلمانوں نے سیرت نبوی ﷺ، سیرت صحابہؓ اور قرون اولیٰ کے واقعات قلم بند کرنے کے لئے جو معیار مقرر کیا وہ بہت اعلیٰ ہے اس میں روایوں پر بہت زیادہ تحقیق کی گئی اس تحقیق میں علماء نے اپنی پوری پوری زندگی لگادی اس کے لئے اسماء الرجال کا فن ایجاد ہوا جس کے ذریعے آج ہمیں پانچ لاکھ راویوں کے حالات معلوم ہیں۔[3]

لیکن اس کا ہر گز مطلب نہیں کہ مسلمانوں نے رجال پر بھروسہ محض کر کے سند ہی کی بنیاد پر روایات قبول کرنے کا تہیا کر لیا بلکہ علم روایت کو معتمد بہ حصہ دے کر اس کے ساتھ ساتھ علم درایت کو بھی اپنایا۔

علم درایت کی ابتداء

یہ وہ علم ہے جس میں روایات کے مضمون اور متن پر علماء محدثین، سیرت نگاروں اور مؤرخین تنقید اور بحث کرتے ہیں حقیقت حال یہ ہے کہ قرآن مجید ہی نے درایت کے اصول قائم کیے جیسے جیسے احادیث جمع کی جانے لگیں علماء محدثین نے درایت کے اصول و قوانین بھی منضبط کیے انضباط کے ان اصول وضوابط کی ابتداء صحابہ کرام کے دور میں ہو چکی تھی ایسی روایات جو قرآن کریم، کسی دوسری مضبوط روایت، کسی مسلمہ حقیقت یا مستند اور معتبر تاریخی واقعہ کے خلاف ہوں تو درایت کے اصول کے تحت قابل تقلید نہ ہوں گی خلاصہ کلام یہ کہ جو روایت عقل اور اصول مسلّمہ کے خلاف ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ مصنوعی ہے اس میں یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ روای معتبر ہے یا نہیں جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا کہ درایت کی ابتدا خود قرآن نے قائم کی مثلاً[4]۔

"قرآن مجید کی آیتیں حضرت عائشہؓ کی برات اور طہارت کے متعلق جو نازل ہوئیں ان میں ایک یہ ہے

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ

اور جب تم نے سنا تو یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ ہم کو ایسی بات بولنا مناسب نہیں سبحان اللہ یہ بڑا بہتان ہے۔

اس عام اصول کی بنا پر اس خبر کی تحقیق کا یہ طریقہ تھا کہ پہلے راویوں کے نام دریافت کئے جاتے پھر دیکھا جاتا کہ وہ ثقہ اور صحیح الروایۃ ہیں یا نہیں؟ پھر ان کی شہادت لی جاتی، لیکن خدا نے اس آیت میں فرمایا کہ سننے کے ساتھ تم نے کیوں نہیں کہہ دیا کہ یہ بہتان ہے۔ اس سے قطعاً ثابت ہوتا ہے کہ اس قسم کا خلاف قیاس جو واقعہ بیان کیا جائے قطعاً سمجھ لینا چاہئے کہ غلط ہے اس طرز تحقیق یعنی درایت کی ابتداء خود صحابہؓ کے عہد میں ہو چکی تھی"[5]

اہل اسلام نے درایت کے یہ اصول ہر ہر مقام پر اپنائے رکھے اسی وجہ سے ہمارے عقائد کو طہارت، عبادات کو شرف قبولیت اور مسائل کو بالیدگی ملی کیونکہ ہم نے ہر قسم کی عصبیت اور طمع ولالچ کا خاتمہ کر کے اللہ تبارک تعالیٰ کے احکامات اور فرامین رسول اللہ کو مقدم جانا اور اپنے ہر مسئلہ اور معاملے کو اسی کسوٹی پر پرکھا۔ اسی طرح ہم نے اپنی تاریخ کو بھی ہر طرح کی خرافات اور لغو آمیزش سے پاک رکھنے کا اہتمام کیا۔

"اسلامی تاریخ کی عظمت و ہیبت اس وقت اور بھی قلب پر طاری ہو جاتی ہے جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ اسلامی تاریخ کے جس حصہ کو چاہیں اصول درایت پر پرکھ کر اور علوم عقلیہ کی کسوٹی پر کس لیں، کوئی کھوٹ کوئی سقم کسی جگہ نظر نہیں آسکتا"[6]

---

[3]۔ شبلی نعمانی، سلیمان ندوی، علامہ سید، سیرت النبی ﷺ، لاہور، ادارہ اسلامیات دینا ناتھ مینشن مال روڈ، جدید ایڈیشن، اشاعت اول جمادالثانی 1423ھ ستمبر 2002ء، جلد اول ص 54

[4]۔ واحد بخش، سعیدی، تنویر بخاری وغیرہ، علوم الحدیث اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، لاہور، ایورنیو بک پیلس اردو بازار، س ن، ص 24

[5]۔ شبلی نعمانی، سلیمان ندوی، سیرت النبی ﷺ، جلد اول ص 54

[6]۔ اکبر شاہ نجیب آبادی، تاریخ اسلام، جلد: اول، ص: 30

1۔روایت کے علاوہ درایت پر مولانا سعید اکبر آبادیؒ کا موقف

آپ فرماتے ہیں کہ عہدِ نبوت اور عہد صدیق اکبرؓ کے حالات ہم تک کتب حدیث اور تاریخ وسیرت کی کتابوں کے ذریعے پہنچے ہیں یقینی بات ہے ہمارے نزدیک مقدم احادیث نبویہ ہیں ممکن حد تک احادیث صحیحہ سے مدد لیتے ہیں یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ ایک احادیث وہ ہیں کہ جن میں تاریخی واقعات کو بیان کیا گیا ہے اور دوسری وہ ہیں جن میں کوئی شرعی حکم لاگو کیا گیا یا اس سلسلہ میں آقا علیہ السلام کا کوئی قول عمل بیان کیا گیا۔انسان اپنی فطرتوں اور مزاجوں کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں

ظاہری سی بات ہے یہ اوصاف صحابہ کرام میں بھی موجود تھے اس لئے بعض معاملات میں صحابہ کرامؓ کا مختلف الرائے ہو جانا کوئی اچنبھا کی بات نہیں لیکن اصل حقائق تک پہنچنا ایک راسخ العلم محقق کا ہی کام ہے آپؒ نے یہاں اصول روایت کے ساتھ ساتھ اصول درایت کی جانب بھی توجہ دلائی۔[7]

"اس بنا پر اس نوع کی احادیث سے استدلال کرتے وقت ایک صاحب تحقیق کا فرض ہے کہ اصول روایت کے علاوہ درایت کے ان اصول کو بھی پیش نظر رکھے۔

(1) واقعہ کا جو اصل راوی ہے اس کے تعلقات صاحبِ واقعہ یعنی جس کے متعلق وہ واقعہ بیان کیا گیا ہے اُس کے ساتھ کس قسم کے تھے۔

(2) جو واقعہ اُس کی نسبت بیان کیا گیا ہے کیا اُس کے مسلمہ اوصاف و کمالات کے پیش نظر اس واقعہ کا صدور اُس سے ہو سکتا تھا۔

(3) نفس واقعہ کی نوعیت کیا ہے ؟صاحبِ واقعہ کی شخصیت سے قطع نظر کیا وہ واقعہ اس ماحول میں پیش آسکتا تھا۔ (4) اگر واقعہ کو صحیح مان لیا جائے جائے تو طبعاً اس پر نتائج مرتب ہونے چاہئیں وہ ہوئے یا نہیں"

ان معروضات کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ احادیث صحیحہ کی بیان کردہ وہ احادیث اگر خلاف واقعہ ہوں یا ان پر عمل متروک ہو چکا ہو تو حدیث کی حیثیت اپنی جگہ مسلم لیکن عمل نص قرآنی،سنت مشہورہ اور مسلمہ حقائق کے مطابق کیا جائے گا لیکن ان حقائق تک ایک راسخ العلم عالم اور محقق ہی پہنچ سکتا ہے جیسا کہ مولانا سعید اکبر آبادیؒ نے بھی بیان فرمایا کہ ایک نکتہ رس ہی اصل حقیقت تک پہنچ سکتا ہے کہ جو روایت بیان کی جا رہی ہے اس میں کس حد تک صداقت ہے اور کتنی بات مخاصمت اور حسن ظن نہ ہونے کی وجہ سے جگہ پا گئی ہے۔

مزید مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ اپنے مؤقف کی وضاحت اس طرح فرماتے ہیں کہ اس حقیقت سے کوئی سلیم الفطرت مسلمان انکار نہیں کر سکتا کہ صحیحین کا مرتبہ کتب احادیث میں سب سے اعلیٰ ہے لیکن یہ مرتبہ کثیر العدد اور مجموعی حیثیت کی وجہ سے ہے اور بتلانا مقصود یہ ہے کہ ضروری نہیں کہ جو حدیث احادیث صحیحہ کی کتب میں بیان کی گئی ہے دیگر کتب احادیث سے زیادہ اعلیٰ اور زیادہ صحیح ہے اگر مسلمہ حقائق اگر غیر صحیح کے ساتھ زیادہ جامع ہیں تو پھر یقیناً اس کو ترجیح دی جائے گی مثلاً بعض مقامات پر حضرت علیؓ کی سیدنا صدیق اکبرؓ کی بیعت خلافت کو حضرت فاطمہؓ کی وفات کے چھ ماہ بعد بیان کیا جاتا ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس حدیث کو صحیح بخاری میں حضرت عائشۃ الصدیقہ سے منقول بیان کیا گیا ہے جب کہ دیگر کتب احادیث میں حضرت علیؓ کی بیعت کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپؓ نے بیعت عامہ کے دن ہی حضرت ابو بکرؓ سے بیعت کی اب اگر وجوہات قبول غیر صحیح روایت کے ساتھ زیادہ ہوں تو اسی کو قبول کیا جائے گا۔[8]

تیسری بات مولانا سعید اکبر آبادی یہ فرماتے ہیں کہ نقد و جرح کے جو اصول تاریخی واقعات پر لاگو کئے جاتے ہیں اس کا اطلاق کسی صحیح حدیث میں بیان کئے جانے والے واقع پر بھی ہونا چاہئے اگرچہ اس روایت کو صحیحین میں بیان کیا گیا ہو ایسا ممکن ہے کہ راوی کو واقع سے متعلق اشتباہ پیش آگیا ہو اب ایک مورخ کی ذمہ داری ہے کہ وہ روایت کو نقد و جرح کی کسوٹی پر پرکھے محض اس پر اکتفانہ کرے کے کسی معتبر کتاب کی روایت ہے یا کسی معتبر شخصیت کی روایت ہے۔[9]

2-مولانا نافعؒ کا منہج استدلال

[7]۔ سعید احمد، مولانا اکبر آبادی، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، ص 18، 19

[8]۔ مصدر سابق، ص 20، 21

[9]. مصدر سابق، ص 19

حضرت مولانا محمد نافعؒ کی تصانیف کا مطالعہ کرنے والا قاری اس بات سے باخوبی واقف ہے کہ مولانا باسند اور بادلیل گفتگو کے عادی تھے آپ حتی المقدور نصوص قرآنی اور سنت مشہورہ کے مطابق واقعات کو سامنے لاتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ خلفائے ثلاثہ کے متعلق کسی موقف میں روایت بیان کرتے ہیں تو حضرت علیؓ اور ان کے خاندان کے افراد سے مروی روایت ضرور بیان کرتے ہیں پھر باسند متقدمین کی گفتگو کو بیان فرماتے اور متاخرین کو تائید کے لئے لاتے ہیں آپ کی کتاب "رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ" میں واضح ہے کہ صحابہ کرام کی الفت و محبت کے واقعات کا استدلال آپؒ نے قرآن کریم سے کیا اور درایت کی دعوت فکر اس انداز میں دی کہ تمام روایات، تاریخی واقعات اور حقائق کو قرآن کی کسوٹی پر پرکھا جائے جیسا کہ آپ چند تمہیدی امور میں فرماتے ہیں کہ :

"جب ہمارے دعویٰ کی اصل دلیل (نصوص قرآنی و آیات فرقانی) ہیں تو یہاں مقام استدلال میں وہی روایات قابل تسلیم اور لائق قبول ہوں گی (جو نص قرآنی اور سنت مشہورہ کے مطابق ہوں اور جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باہمی الفت واخوت، رافت وعطوفت کے واقعات درج ہوں اور جن میں محبت ویگانگت اور دوستی وآشتی کے حالات مذکور ہوں"[10]

مذکورہ بالا اقتباس کی روشنی میں واضح ہے کہ صحابہ کرامؓ کے باہمی تعلقات اور روابط کے واقعات کا استدلال قرآن کریم کے حکم "رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ "کرتے ہوئے مولانا محمد نافعؒ نے واشگاف الفاظوں میں فرمایا کہ ایسی روایات جو صحابہ کرام کے درمیان مشاجرات، تنازعات اور ناراضگی کے فسانے سنانے کے لئے پیش کی جائیں درست نہیں اور پھر مزید یہ کہ جو روایات نص قرآنی اور سنت مشہورہ کے خلاف ہوں ان میں موافقت و تطبیق کی صورت بھی مفقود ہو تو وہ قابل رد ہوں گی یہی وہ بنیادی قاعدہ اور اصول ہے جو اہل سنت اور اہل تشیع کے نزدیک تسلیم شدہ ہے کہ جو روایت نص قرآنی اور سنت مشہورہ کے خلاف ہو اور ان میں موافقت کی صورت بھی ممکن نہ ہو تو وہ روایت رد ہو گی۔ اس کی مثال آپؒ اہل تشیع کی مشہور کتاب احتجاج طبرسی سے دیتے ہیں جو کہ درج ذیل ہے۔[11]

"(فاذا اتاكم الحديث فاعرضوه على كتاب الله عزوجل وسنتي فماوافق كتاب الله وسنتي فخذوابه وماخالف كتاب اللهوسنتي فلاتاخذوابه) "[12]

حاصل یہ ہے کہ امام محمد باقر رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تمھارے پاس کوئی حدیث پہنچے تو اس کو کتاب اللہ اور میری سنت پر پیش کرو، جو کتاب اللہ اور میری سنت کے موافق ہو اس کو قبول کرو اور جو کتاب اللہ اور میری سنت کے برخلاف ہو اس کو مت تسلیم کرو۔

توجہ کی جائے اور انہی اصول وضوابط کے آئینہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت و کردار کو دیکھا جائے۔

مذکورہ مسائل پر دیگر محققین کا موقف

مذکورہ بالا بحث یقیناً ایک طویل بحث ہے جس پر اختصار سے گفتگو کی کوشش کی ہے لیکن مذکورہ مسائل پر جو بحث مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ نے اپنی کتاب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں اور مولانا محمد نافعؒ نے اپنی کتاب "رحماءبینہم" میں کی ہے ان حقائق کو جاننے کے لیے دیگر معتبر کتب سے رہنمائی حاصل کرنا ضروری ہے اس لیے چند حوالاجات دیگر کتب سے بھی پیش کیے جاتے ہیں۔

روایت کی قبولیت اور عدم قبولیت کے اسباب

جیسا کہ مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ نے درایت پر موقف بیان کیا ہے اگر ہم اس سلسلہ میں دیگر کتب کو دیکھیں تو یہ اصول ضوابط ابتداء اسلام سے چلے آرہے ہیں اب جیسا کہ بعض فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ جو چیز آگ پر پکی ہوئی ہو اس کو کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ابن عباسؓ نے حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کو درایت کے خلاف جانا۔

"قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «الْوُضُوءُ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ، وَلَوْ مِنْ ثَوْرِ أَقِطٍ»، قَالَ: فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ: يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، أَنَتَوَضَّأُ مِنَ الدُّهْنِ؟ أَنَتَوَضَّأُ مِنَ الْحَمِيمِ؟"[13]

---

[10]۔ محمد نافع "رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ" لاہور، دار الکتاب یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار، دسمبر 2019ء، ص 51

[11]۔ مصدر سابق، ص 50

[12]۔ مصدر سابق، ص 51

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے سامنے جب اس مسئلہ کو حضرت ابوہریرہؓ نے آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کیا تو عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر یہ صحیح ہے تو کیا اس صورت میں اس پانی کے پینے سے وضو نہیں ٹوٹ جائے گا جو آگ پر گرم کیا گیا ہو؟ یقیناً حضرت ابوہریرہؓ کو حضرت عبداللہ بن عباسؓ ضعیف الروایۃ نہیں سمجھتے تھے لیکن حقیقت حال یہ کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے نزدیک یہ روایت درایت پر پوری نہیں اترتی تھی اور یہ خیال کیا کہ حضرت ابوہریرہؓ کو سمجھنے میں غلطی ہوگئی ہوگی اس لئے انہوں نے یہ روایت تسلیم نہیں کی۔ اس مقام پر یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ اس قسم کی احادیث کو قبول یا عدم قبول کرنے کا جو تامل ہے اس کا تعلق اس بات سے نہیں کہ راوی ثقہ ہے یا ثقہ نہیں اور نہ اس کا مطلب یہ کہ روایت کرنے والے پر اعتماد نہیں اسے جھوٹا یا دروغ گو سمجھا گیا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ کہ ثقہ راوی سے بھی حدیث کے سمجھنے میں غلطی واقع ہوسکتی ہے بعض اوقات ثقہ راویوں کی روایت سے بھی انکار کی نوبت آسکتی ہے اس کی وجہ بداعتمادی نہیں بلکہ حسن ظن یہی ہوتا ہے کہ راوی کو سمجھنے میں غلطی ہوئی ہوگی۔[14]

اسی طرح حضرت عائشہؓ صدیقہ کے سامنے جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی یہ روایت بیان کی گئی کہ (ان المیت لیعذّبُ ببکاء الحیّ) مردوں پر نوحہ کیا جائے تو ان پر عذاب کیا جاتا ہے۔ تو حضرت عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"قَالَتْ: إِنَّكُمْ لَتُحَدِّثُونِّي عَنْ غَيْرِ كَاذِبَيْنِ، وَلَا مُكَذَّبَيْنِ، وَلَكِنَّ السَّمْعَ يُخْطِئُ،"[15]

تم لوگ نہ خود جھوٹے ہو نہ تمہارے راوی جھوٹے ہیں لیکن کان غلطی کر جاتا ہے

متعدد مواقع ایسے ہیں جب واقعات کی چھان پھٹک اور مسائل کے استنباط کرتے ہوئے احادیث صحیحہ کی کتابوں کی احادیث کو چھوڑ دیا گیا اور دیگر احادیث کی کتب کی حدیث کو قبول کر لیا گیا جو نصوص قرآنی، سنت مشہورہ اور مسلمہ حقائق کے مطابق تھیں یا جن پر اجماع امت ہو گیا ہو اب جیسا مثلاً بخاری شریف کی حدیث ہے۔

"عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَقَالَ: أَرَأَيْتَ إِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ فَلَمْ يُمْنِ؟ قَالَ: عُثْمَانُ: «يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلاَةِ وَيَغْسِلُ ذَكَرَهُ»"[16]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ مرد اپنی بیوی سے ہمبستر ہو لیکن انزال نہیں ہوا تو وہ کیا کرے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز کی طرح وضو کرلے اور ذکر کو دھولے۔ لیکن جبکہ "اجماع امت یہی ہے کہ دخول کے بعد انزال ہو یا نہ ہو غسل واجب ہو جاتا ہے"۔[17]

مذکورہ بحث کی روشنی میں تاریخی واقعات، مسلمہ حقائق ہوں یا روایات غرض یہ کہ ان سب کو نص قرآنی کے موافق ہونا جیسا کہ عظیم مورخ علامہ عبدالرحمان ابن خلدون مقدمہ ابن خلدون میں فرماتے ہیں کہ:

"اس صورت میں بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ معلومات عامہ اور متعدد مآخذ سے باخبر اور فکر صحیح اور استقلال طبعیت بھی رکھتا ہو جو اس کو حق وصواب تک پہنچائیں اور لغزش و اغلاط سے بچائیں۔ کیونکہ اگر نقل و روایت پر ہی اعتبار کر لیا جائے اور اصول عادت، قواعد سیاست، طبیعت تمدن انسان کی اجتماعی حالت کو حکم نہ بنایا جائے۔ اور غائب کو حاضر اور حال کو ماضی پر قیاس نہ کیا جائے تو لغزش و غلطی اور شاہراہ صدق صواب سے دور ہو جانے کا قوی احتمال ہے"[18]

سیرتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں روایات کا قبول اور عدم قبول

۔ [13] الترمزی، محمد بن عیسیٰ (متوفی 279ھ) مصر، مکتبہ ومطبعہ، مصطفیٰ البابی الحلبی، طباعت ثانی 1395ھ 1975ء، ج1، ص114

[14]۔ شبلی نعمانی، سلیمان ندوی، سیرت النّبی ﷺ، جلداول ص 74

۔ [15] مسلم بن حجاج، ابوالحسن القشیری (متوفی 261ھ) صحیح مسلم، بیروت، داراحیاء التراث العربی، باب المیت یعذب ببکاء اھلہ علیہ، حدیث نمبر 929، جلد2، ص 641

[16]۔ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، جلد1، ص 66

[17]۔ محمد امین، صفدر اکاڑوی، تجلّیات صفدر، ملتان، ناشر مکتبہ امدادیہ، ٹی بی ہسپتال روڈ، جلد دوم، ص 201

[18]۔ عبدالرحمان، مقدمہ تاریخ ابن خلدون، اردو ترجمہ، عبدالرحمان، دہلوی، کراچی، دارالاشاعت اردو بازار، ایم جناح روڈ، دسمبر 2009ء، ص 78

مندرجہ بالا بحث کی روشنی میں اس بات کو آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے اور یہی بات کتاب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور رحماءُ بینھم کے مصنفین نے سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ سیرت صحابہ میں انہی روایات کو قبول کیا جاسکتا ہے جو کہ احکاماتِ قرآنی اور سنت مشہورہ کے خلاف نہ ہوں چاہے وہ روایات احادیث صحیحہ کی کتب سے لی گئی ہوں۔ جیسا کہ محقق اہلسنت مولانا ابو ریحان عبد الغفور سیالکوٹی فرماتے ہیں کہ :

"صحابہ کرامؓ کی عظمتِ شان اور جلالت قدر چونکہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع امت، منقولات متواترہ اور دلائل و براہین عقلیہ ثابت ہے اس لئے ان کے بارے میں تاریخی روایات تو رہیں ایک طرف حدیثی روایات بھی صرف وہی قبول کی جائیں گی جو ان کی عظمتِ شان اور جلالت قدر کے موافق و مطابق ہوں گی رہیں وہ حدیثی روایات جن سے کسی صحابی پر کوئی حرف آتا ہو، ان کی قرآنی و حدیثی اور اجماعی عظمت شان نیز عقلی و نقلی جلالت قدر مجروح ہوتی ہو تو وہ غیر صحیح و غیر ثابت ہوں تو سرے سے قابل التفات ہی نہ ہوں گی اور جو صحیح ثابت ہوں ان کی اگر کوئی مناسب و معقول تاویل ممکن ہو تو تاویل کر لی جائے گی ورنہ وہ حدیثی صحیح روایات بھی مردود و متروک ہوں گی"[19]

3-علامہ شبلی نعمانیؒ کے نزدیک قبولیت روایت کے اصول وضوابط

پھر اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ تقریباً انہی اصول وضوابط کی پابندی پر مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ اور مولانا محمد نافعؒ نے زور دیا ہے۔ جو اصول وضوابط ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر اپنی کتاب اسوہ کامل محمد ﷺ میں بیان کرتے ہیں کہ علامہ شبلی نعمانیؒ نے قبول روایت کے سلسلہ میں صحابہ کرامؓ کا جو طرز عمل پیش کیا اور علمائے نقد وحدیث نے جن اصول وضوابط کی پابندی کی اس سے درج ذیل نتائج اخذ کیئے ہیں،

"1۔ سب سے پہلے واقعہ کی تلاش قرآن مجید میں پھر احادیث صحیحہ میں پھر عام احادیث میں کرنی چاہیے اگر نہ ملے تو روایات سیرت کی طرف توجہ کی جائے۔

2۔ کتب سیرت محتاج تنقیح ہیں اور ان کے رواۃ واسناد کی تنقید لازم ہے۔

3۔ سیرت کی روایتیں بہ اعتبار پایہء صحت، احادیث کی روایتوں سے فروتر ہیں اس لیے بصورت دیگر اختلاف احادیث کی روایات کو ہمیشہ ترجیح دی جائے گی۔

4۔ بصورت اختلاف روایات احادیث، رواۃ ارباب حدیث فقہ کی روایات کو دوسروں پر ترجیح ہو گی۔

5۔ سیرت کے واقعات میں سلسلہ علّت ومعلول کی تلاش نہایت ضروری ہے۔

6۔ نوعیت واقعہ کے لحاظ سے شہادت کا معیار قائم کرنا چاہیے۔

7۔ روایات میں اصل واقعہ کس قدر ہے؟ اور راوی کی ذاتی رائے و فہم کا کس قدر جزو شامل ہے۔

8۔ اسباب خارجی کا کس قدر اثر ہے۔

9۔ جو روایت عام وجوہ عقلی، مشاہدہ عام، اصول مسلمہ اور قرائنِ حال کے خلاف ہو گی لائق حجت نہ ہو گی۔

10۔ اہم موضوع پر مختلف روایات کی تطبیق وجمع سے اس کی تسلی کر لینی چاہیے کہ راوی سے ادائے مفہوم میں غلطی تو نہیں ہوئی۔

11۔ روایات احاد کو موضوع کی اہمیت اور قرائن حال کی مطابقت کے لحاظ سے قبول کرنا چاہیے۔"[20]

مؤرخین کے بارے میں مولانا سعید اکبر آبادی کا موقف

ہر صاحب علم اس بات سے باخوبی واقف ہے کہ کتب احادیث نبوی ﷺ کے بعد تاریخ کی کتب کو دوسرے درجے پر اہمیت دی جاتی ہے آپؒ نے اپنی اس کتاب میں کسی متقدم مؤرخ کی روایت کو محض صرف اس لئے قبول نہیں کیا کہ وہ مورخ زمانہ قدیم کا ہے جیسا کہ عام مصنفین کا طریقہ رہا ہے اور وہ اس پر فخر کرتے ہیں لیکن اس پر مولانا اکبر آبادیؒ کا موقف یہ رہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ کوئی مورخ متقدم کسی خاص فہم وفکر میں کوئی تعصب رکھتا ہو یا وہ روایات کو چھان

---

[19] ۔ محمد طاہر، پروفیسر قاضی علی الہاشمی، حدیث کلابِ حواب کا تاریخی تحقیقی اور علمی محاکمہ، حویلیاں ہزارہ، قاضی چن پیر الہاشمی اکیڈمی مرکزی جامع مسجد سیدنا معاویہ چوک، اشاعت اول، رمضان المبارک 1423ھ نومبر 2002ء، ص 10

[20] ۔ عبدالرؤف، ظفر، اُسوۂ کامل محمد ﷺ، لاہور، میٹرو پرنٹر، 2009ء، ص 74

پھٹک کے بغیر جمع کرنے کا عادی ہو اور اس متقدم مورخ کے مقابلے میں ایک بعد والا مورخ یعنی متاخر زیادہ محقق و نقاد ہو اور روایت کرنے میں زیادہ محتاط ہو تو یقیناً اس صورتحال میں ہر ذی شعور یہی فیصلہ کرے گا کہ متاخر کی بات زیادہ قابل قبول ہے۔[21]

مولانا سعید اکبر آبادیؒ اور مولانا محمد نافعؒ کے موقف میں یکسانیت ہے

مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ کا اپنی کتاب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور مولانا محمد نافعؒ کا اپنی کتاب "رُحَمَآءُ بَيۡنَهُمۡ" میں موقف تقریباً الفاظوں کے معمولی ردوبدل کے ساتھ ایک جیسا ہے جیسا کہ مولانا محمد نافعؒ بیان فرماتے ہیں کہ وہی روایات تسلیم کی جائیں گی جو نص قرآنی، سنت مشہورہ اور مسلمہ حقائق کے مطابق ہو نگی اسی طرح مولانا سعید اکبر آبادیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مورخ کی ذمہ داری ہے کہ وہ صحابہ کرام کے بارے میں (جو ان نفوس قدسیہ کے لائق شان نہیں) محض اس لئے کسی واقعہ کو قبول نہ کرے کہ وہ احادیث کی کتب میں بیان کیا گیا ہے بلکہ اسے نقد و جرح کی کسوٹی پر پرکھے، روایت کے ساتھ ساتھ اسے درایت کی کسوٹی پر بھی پرکھے ضروری نہیں کہ صحیحین کی ہر روایت دوسری کتب حدیث سے زیادہ صحیح ہے اگر وجوہ قبول دوسری حدیث میں زیادہ ہے تو پھر اس کو قبول کرنا چاہئے۔

عجمی سازشوں کی بے نقابی

مذکورہ بالا بحث پر اگر گہرائی سے تحقیق و تفتیش کی جائے تو یہی بات آشکارہ ہوتی ہے کہ اسلام سے خائف عجمیوں نے سازش کے تحت روایات میں ملاوٹ و تخلیط کرکے حقائق کو مسخ کرنے کوشش کی گئی اور صحابہ کرام کے روشن کرداروں کو گہنانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا انشاءاللہ آگے چل کر ہم ان کی نشاندہی ناقابل تردید دلائل سے کریں گے۔

تفرقہ اندازی کی اصل بنیادوں کی نشان دہی

اسلام نے جہاں فکری طور پر اپنے پیروکاروں کو مضبوط کیا اس کے ساتھ ساتھ ایسی قوت ایمانی بھی عطا کی جس کی بنیاد پر بے سروسامانی اور قلت افراد کے باوجود بڑی بڑی طاقتوں کو شکست دی روم و فارس جیسی سلطنتوں کو پیوند خاک کیا ایسے میں جب اہل طلسم نے دیکھا فکری اور عسکری میدان میں ان کا سامنا کرنا ناممکن ہے تو ایسے میں اہل باطل کے پاس ایک ہی راستہ بچا تھا کہ مسلمانوں کو منافقتوں اور سازشوں سے کمزور کیا جائے مرتدین کی بغاوت سے لیکر فاروق اعظم، عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کی شہادت تک عجمی سازشوں کا نتیجہ تھا کتابوں اور روایات میں قطع و برید کی اور جھوٹے قصے کہانیوں سے سادہ دل مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی، تو ہر دور کے اہل حق اور راسخ العلوم حق و باطل کی تفریق کو واضح کرتے چلے آئے ہیں اسی طرح موجودہ دور میں مولانا محمد نافعؒ اسی فریضہ کی انجام دہی کے لیے میدان عمل میں نکلے اور کتاب رحماء بینہم تصنیف کی آپؒ نے نہایت عرق ریزی سے عجمی سازشوں کو اپنی اس تصنیف میں بے نقاب کیا ہے کہ کس طریقے سے کتابوں کی روایات میں کس طرح سے قطع و برید کرکے اسلامی اخوت و بھائی چارہ کو پارہ پارہ کرنے کی سازش کی گئی۔[22]

روایات کی قبولیت اور عدم قبولیت پر تعلیمات رسول ﷺ

روایت کی قبولیت اور عدم قبولیت کی تعلیم نبی اکرم ﷺ نے خود فرمائی، اس سلسلے میں خطیب البغدادی نے اپنی کتاب "الکفایہ فی علم الروایہ" میں ایک باسند روایت نقل کی ہے جو کہ درج ذیل ہے۔

"عَنۡ أَبِي هُرَيۡرَةَ, عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «سَيَأۡتِيكُمۡ عَنِّي أَحَادِيثُ مُخۡتَلِفَةٌ, فَمَا جَاءَكُمۡ مُوَافِقًا لِكِتَابِ اللهِ تَعَالَى وَلِسُنَّتِي فَهُوَ مِنِّي, وَمَا جَاءَكُمۡ مُخَالِفًا لِكِتَابِ اللهِ تَعَالَى وَلِسُنَّتِي فَلَيۡسَ مِنِّي "[23]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں نبی ﷺ سے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عن قریب میری جانب منسوب مختلف قسم کی روایتیں تمہارے پاس پہنچیں گیں جو اللہ کی کتاب اور میری سنت کے مطابق ہوں وہ صحیح ہوں گی اور جو اللہ کی کتاب اور میری سنت سے ٹکراتی ہوں وہ درست نہیں ہو نگی۔

21۔ سعید احمد اکبرآبادی، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، ص 22
22۔ محمد نافع، رُحَمَاءُ بَینَہم، لاہور، جلد اول، ص 45
23۔ خطیب البغدادی، ابو بکر، احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مھدی (متوفی: 463ھ) الکفایۃ فی علم الروایۃ، مدینہ منورہ: المکتبۃ العلمیۃ، ص 430

اہل اسلام کے لیے کتب کا ایسا مواد قابل التفات ہی نہیں جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہو اور جانبین (اہل سنت و شیع) کے ہاں یہی مسلمہ اصول ہیں جن پر پرکھ کر کھرے اور کھوٹے کی پہچان ہو جاتی ہے۔

"وقال معروف بن خربوذ عن أبي الطفيل عن علي قال: حدثوا الناس بما يعرفون ودعوا ما ينكرون أتحبون أن يكذب الله ورسوله. فقد زجر الإمام علي رضي الله عنه عن رواية المنكر وحث على التحديث بالمشهور وهذا أصل كبير في الكف عن بث الأشياء الواهية والمنكرة من الأحاديث في الفضائل والعقائد والرقائق"[24]

(علی رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ معروف اور مشہور باتیں بیان کیا کرو اور منکر یعنی معروف کے خلاف باتیں عوام میں بیان نہ کرو کیا تمہیں ایسی باتیں محبوب ہیں جن میں اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب ہو؟ پس تحقیق ہمارے امام علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں منکر روایات کے بیان کرنے سے منع کیا اور مشہور روایات کے بیان کرنے کی تلقین فرمائی ہے، بے بنیاد اور بے جوڑ روایات کے پھیلانے اور عام کرنے سے روکنے کے لیے بہترین اصول بیان کیے یہ روایات چاہے عقائد سے تعلق رکھتی ہوں یا فضائل یا ترغیبات سے تعلق رکھتی ہوں، سب پر یہی اصول لاگو کرنا ضروری ہیں۔

4.3. مشاجرت و مناقشت پر مبنی روایات کی حقیقت: بعض افراد کی یہ کوشش رہی کہ کسی طرح حضور ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضور ﷺ کے قریبی رشتہ داروں میں تفریق، مخاصمت، مناقشت اور مشاجرد کھانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور اپنے ان مقاصد فاسدہ کی تکمیل کے لیے ان روایات کا استعمال کیا جو محدثین کے نزدیک از روئے اسناد صحیح نہیں یا کثرت جرح کے ساتھ مجروح ہوتے ہیں مثلاً ان کے راوی دروغ گو، رافضی، متروک، ضعیف، کذاب یا منکر الحدیث ہوں گے پھر اگر سنداً روایت صحیح بھی ہو تو کیا کیا جاتا ہے کہ اس روایت کا مفہوم، الفاظ و مطالب کچھ ہوتے ہیں لیکن کیونکہ مقصد ان نفوس قدسیہ میں مشاجرت ثابت کرنا اس لیے اس کے مفہوم و مطالب میں رد و بدل کر دیتے ہیں اور اس جھوٹ فریب کی ایک تیسری صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ روایت بھی درست ہوتی ہے اور اصل روایت کا متن بھی ٹھیک ہوتا ہے لیکن روایت میں رواۃ کی جانب سے قطع و برید کر دی جاتی ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ اس قطع و برید کو راسخ العلم اور اس فن کا ماہر ہی معلوم کر سکتا ہے جو ہر ایرے غیرے کا کام نہیں متن میں ملاوٹ کی وجہ سے مضمون میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے اور روایت قابل قبول نہیں رہتی۔ ایسی روایات جو ناقدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی جانب سے بیان کی جاتی ہیں اور ان کی تشہیر کی جاتی ہے جو کہ عموماً مشاجرت و مقاطعت پر مبنی ہوتی ہیں انہیں سن کر یا دیکھ کر جلد بازی نہیں کرنی چاہیے تھوڑی سی تلاش و جستجو سے یقیناً آپ بھی اسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ ان روایات کا تعلق مندرجہ بالا بیان کردہ روایات کی اقسام میں سے ہوتا ہے۔[25]

غیر واقعی قصوں کو بیان کر کے منافرت پھیلانا

اہل سنت والجماعت کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے خاندان کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قرابت، مودت اور خوشگوار تعلقات رہے ہیں جو حقیقت پر مبنی ہیں جن سے احادیث کی کتب بھری پڑی ہیں اور قرآن بھی رحماءُ بینہم کی گواہی دے رہا ہے کہ یہ آپس میں مہربان ہیں مولانا محمد نافعؒ نے اپنی اس تصنیف کی جلد اول میں حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ اور حضرت ابو بکر صدیق کے درمیان خوشگوار تعلقات اور باہمی مراسم کو روایات سے ثابت کیا ہے اور جن روایتوں میں قطع و برید کر کے غیر واقعی چیزوں کو ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا ہے، ان تمام روایتوں کی قطع و برید کی مولانا محمد نافعؒ نے نشان دہی کی ہے جس میں منافرت پھیلانے والوں نے اپنا فرض منصبی سمجھتے ہوئے نصوص صریحہ اور مسلمہ واقعات کے خلاف کام کیا ہے۔[26]

ملاوٹ و تخلیط کردہ روایتوں کی نشاندہی

---

[24]۔ الذہبی، شمس الدین، ابو عبداللہ، محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز (متوفی 748ھ) تذکرۃ الحفاظ، بیروت: دار الکتاب العلمیہ، طباعت اولیٰ 1419ھ، 1998ء، جلد اول، ص 15، 16

[25]۔ محمد نافع، رُحَمَاءُ بَیْنَہُم، جلد اول، ص 105، 104

[26]۔ ایضا جلد اول، ص 177

یوں تو ایسے بہت سے مقامات ہیں جن میں خاندان حضرت علی رضی اللہ عنہ اور خلفائے ثلاثہ و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مناقشت و مشاجرت کو ثابت کرنے کے لیے کچھ ناعاقبت اندیشوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے لیکن چند مسائل ایسے ہیں جن پر درجنوں جلدوں میں کتابیں لکھ کر اپنے مخصوص ذہن کے مطابق ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا ہے مثلاً مسئلہ باغ فدک، بیعت خلافت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، وغیرہ جیسے عنوانات کو تختہ مشق بنایا گیا ان میں فریق مخالف دلیل کے طور پر جن روایات کو پیش کرتا ہے ان میں صرف وہ روایات لاتا ہے جن میں راویوں نے اپنے ظن و گمان کے مطابق بات کی ہے اور ان مخصوص رواۃ کے علاوہ مناقشت و مشاجرت کی بات دیگر راویوں کی روایت میں نہیں ملتی اس سلسلہ میں ہم سب سے پہلے مسئلہ فدک پر بات کریں گے جس سے ان شاءاللہ بات بالکل واضح ہو جائے گی۔

مسئلہ باغ فدک

لوگوں کے درمیان کثرت سے یہ پروپیگنڈا کیا گیا کہ نعوذ باللہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خاندان حضرت علیؓ اور رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں کے مالی حقوق غصب کیے ان پر بہت زیادہ ظلم کیے اور ایڑی چوٹی کا زور لگا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ ان خاندانوں کے درمیان عداوت و دشمنی تھی ایسی صورتحال میں ضروری ہے کہ ان سازشوں کو بے نقاب کیا جائے تاکہ مطاعن اور شکوک و شبہات کی اصل صورتحال واضح ہے[27]۔ مسئلہ فدک کا معاملہ ان نفوس قدسیہ کے درمیان کسی قسم کے نزاع کا باعث نہیں بنا اس کی اصل حقیقت اتنی ہی جیسا کہ اس حدیث مبارکہ میں بیان کی گئی ہے

"أَنَّ فَاطِمَةَ وَالعَبَّاسَ رَضِيَ اللَّهُ عَنهُمَا أَتَيَا أَبَا بَكرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنهُ يَلتَمِسَانِ مِيرَاثَهُمَا، أَرضَهُ مِن فَدَكٍ، وَسَهمَهُ مِن خَيبَرَ، فَقَالَ أَبُو بَكرٍ: سَمِعتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «لاَ نُورَثُ مَا تَرَكنَا صَدَقَةٌ، إِنَّمَا يَأكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ فِي هَذَا المَالِ» وَاللَّهِ لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَن أَصِلَ مِن قَرَابَتِي"[28]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ فاطمہ اور عباس رضی اللہ عنہما ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے فدک اور خیبر کے خمس کا مطالبہ بطور میراث پیش کیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نبی اکرم ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم انبیاء (علم السلام) کی (مالی) وراثت جاری نہیں ہوتی بلکہ ہم جو کچھ چھوڑ کر رخصت ہوتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے (جو اللہ کی راہ میں وقف ہوتا ہے) لیکن آل محمد ﷺ اس مال سے اسی طرح کھاتے رہیں گے (اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہو گی) اللہ کی قسم حضور ﷺ کی قرابت داری مجھے اپنی قرابت داری سے زیادہ عزیز ہے۔ حقیقت حال اتنی ہی ہے جتنی کہ مندرجہ ذیل روایت میں بیان کی گئی جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مدینہ، خمس خیبر، فدک کو فرمان نبوی ﷺ کی وجہ سے میراث کے طور پر تقسیم نہیں کیا گیا لیکن رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں میں مذکورہ بالا جگہوں کی آمدن اسی طرح تقسیم ہوتی رہی جس طرح سے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہوتی تھی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں کو اپنے گھروں والوں پر ہمیشہ ترجیح دی ۔کتاب الخراج لامام ابی یوسف کی اس عبارت سے بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔

قال وحدثنی محمد بن عبد الرحمان بن ابی یعلی عن ابیه قال: سمعت علی رضی الله عنه یقول، قلت یا رسول الله ان رایت ان تولینی حق من الخمس فاقسمه فی حیاتك کی لا ینازعناه احد بعدك فافعل قال ففعل قال فولانیه رسول الله فقسمته فی حیاته ثم ولایت ابو بکر رضی الله عنه فقسمته فی حیاته حتیٰ اذا کان آخر سنته من سنی عمر فاتاه مال کثیر فعزل حقنا ثم ارسل ابی فقال خذه قسمه فقلت یا میر المؤمنین بنا عنه العام غنی و بالمسلمین الیه حاجته فرده علیهم تلك السنته"[29]

[27]۔ مصدر سابق، جلد اول، ص 109

[28]۔ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، حدیث: 4035، جلد 5، ص 90

[29]۔ ابو یوسف، قاضی امام، کتاب الخراج، مترجم، نیاز احمد، مولانا اکاڑوی، ص 72، 71

مجھ سے بیان کیا عبدالرحمان بن ابی یعلیٰ کہتے ہیں میرے والد نے کہا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اگر آپ ﷺ مناسب خیال کریں تو خمس میں سے ہمارے حق کو میری تولیت میں دے دیں میں آپ ﷺ کی زندگی میں اسے تقسیم کردوں تاکہ آپ ﷺ کے بعد ہم سے کوئی اس سلسلہ میں جھگڑا نہ کرے حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا آپ ﷺ نے مجھے خمس کا والی مقرر کردیا اور میں نے آپ ﷺ کی زندگی مبارکہ میں اسے تقسیم کیا پھر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی اسے میری تولیت میں دے دیا اور میں آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں اسے تقسیم کرتا رہا پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس کا والی مجھ ہی کو بنادیا اور میں ان کی زندگی میں بھی تقسیم کرتا رہا یہاں تک جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور کا آخری سال آیا تو انہوں نے ہمارا حق علیحدہ کیا اور پھر مجھے بلا بھیجا اور کہا اسے لو اور تقسیم کرلو اس پر میں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین اس سال ہمیں اس کی ضرورت نہیں اور دوسرے مسلمانوں کو اس کی ضرورت ہے لہذا اسے ان میں تقسیم کردیجئے چنانچہ انہوں نے وہ مال مسلمانوں میں تقسیم کی طرف منتقل کردیا۔

ملاوٹ وتخلیط والی وہ روایتیں جن سے نزاع پیدا کیا گیا

کتب احادیث میں جہاں جہاں بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خمس خیبر اور فدک کے مسئلہ پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ناراضگی کے الفاظ ہیں یعنی غضب ناکی کے الفاظ یا ہجران کے وہ صرف اور صرف (محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب الزہری) ابن شہاب زہری کی روایتوں میں ہیں مندرجہ ذیل روایت بھی اسی عنوان پر ہے جو کہ ابن شہاب زہری کی ہی روایت کردہ ہے اس مقام پر خصوصی توجہ ضروری ہے اگر اس پہلو کو سمجھ لیا جائے تو سارا مسئلہ حل ہوتا ہے۔

"أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ فَاطِمَةَ وَالعَبَّاسَ عَلَيْهِمَا السَّلاَمُ، أَتَيَا أَبَا بَكْرٍ يَلْتَمِسَانِ مِيرَاثَهُمَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُمَا حِينَئِذٍ يَطْلُبَانِ أَرْضَيْهِمَا مِنْ فَدَكَ، وَسَهْمَهُمَا مِنْ خَيْبَرَ، فَقَالَ لَهُمَا أَبُو بَكْرٍ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لاَ نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ مِنْ هَذَا المَالِ» قَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَاللَّهِ لاَ أَدَعُ أَمْرًا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُهُ فِيهِ إِلَّا صَنَعْتُهُ، قَالَ: فَهَجَرَتْهُ فَاطِمَةُ، فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتَّى مَاتَتْ"[30]

رسول اکرم ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم انبیا (علیہم السلام) کی (مالی) وراثت جاری نہیں ہوتی بلکہ ہم جو کچھ چھوڑ کر رخصت ہوتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے (جو اللہ کی راہ میں وقف ہوتا ہے) لیکن آل محمد ﷺ اس مال سے اسی طرح کھاتے رہیں گے (اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوگی) اللہ کی قسم میں کوئی حکم نہیں دیتا حضور ﷺ نے فیصلہ اس کے سوا نہیں کیا۔ کہا (ایک مذکر نے) فاطمہؓ نے انہیں چھوڑ دیا پس کلام نہ کیا یہاں تک کہ وفات پائی۔ اس روایت میں توجہ اس جانب دلانا مقصود ہے کہ قَالَ: فَهَجَرَتْهُ فَاطِمَةُ، فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتَّى مَاتَتْ۔ کہا (ایک مذکر نے) فاطمہؓ نے انہیں (ابو بکرؓ) کو چھوڑ دیا ۔روایت کو کیونکہ حضرت عائشہؓ کے حوالے سے بیان کیا جارہا ہے اگر "قال" کے بعد الفاظ اگر حضرت عائشہؓ کے ہوتے تو "قال" مذکر کی بجائے مونث کا صیغہ آتا "قالت" ہوتا اب یہاں جو "قال" کا صیغہ استعمال ہوا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ "قال" کے بعد جتنے الفاظ ہیں یہ اضافہ کسی اور مذکر کی جانب سے ہے اب اس چیز کی وضاحت نہیں اس "قال" کا قائل معمر بن راشد ہیں یا کوئی اور شخص یا پھر "قال" کے فاعل ابن شہاب زہری خود ہیں۔[31]

مرویات کا مختصر تعارف

---

[30]۔ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، حدیث 6726، 6725، جلد: 8، ص 149
ہمیں بتلایا معمر سے زہری سے عروہ سے عائشہ رضی اللہ عنہا سے فاطمہ اور عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے فدک کی زمین اور خیبر کے خمس کا مطالبہ بطور میراث پیش کیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نبی

[31]۔ محمد نافع، رُحَمَاءُ بَيْنَهُم، جلد اول، ص 132

مولانا محمد نافعؒ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فدک کی زمین اور خیبر کا خمس کا مطالبہ بطور میراث کیا مختلف باسند 36 مقامات پر ان روایات حدیث اور تاریخی روایات کو بیان کیا گیا ہے جن کی تفصیل اس طرح ہے المصنف لعبدالرزاق ایک عدد، مسلم شریف دو عدد، بخاری شریف پانچ عدد، مسند امام احمد پانچ عدد، طبقات ابن سعد دو عدد، مسند ابی عوانہ اسفرائینی تین عدد، ترمذی شریف دو عدد، ابوداؤد شریف چار عدد، نسائی شریف ایک عدد، المنتقی لابن جارود ایک عدد، شرح المعانی الآثار طحاوی ایک عدد، مشکل الآثار طحاوی ایک عدد، السنن الکبریٰ للبیہقی چھ عدد، فتوح البلدان بلاذری ایک عدد، تاریخ الامم والملوک لابن جریر ایک عدد اور تاریخ مدینہ المنورہ لابی زید عمر بن شبہ النمیری البصری۔ جن 36 مقامات کی روایات کی جانب کتابوں کا تعارف پیش کی گیا ہے ان میں سے گیارہ عدد روایات وہ ہیں جن میں ابن شہاب زہرہ نہیں ہیں بلکہ دیگر صحابہ اور دیگر راوی ہیں ان میں سے کسی بھی روایت میں رنجیدگی اور کشیدگی کے الفاظ نہیں ہیں ماسوا ان 25 مقامات کے جن میں ابن شہاب زہری موجود ہیں اب ان 25 میں سے تقریباً 9 عدد مقامات ایسے ہیں جن میں ابن شہاب زہری موجود لیکن کشیدگی اور رنجیدگی کا ذکر نہیں اور تقریباً 16 مقامات ایسے ہیں جن میں رنجیدگی اور کشیدگی کے الفاظ موجود ہیں اور ان میں سے ایک بھی ایسی نہیں جن میں ابن شہاب زہری موجود نہ ہو۔ اور ان روایتوں میں جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہوا کہ رنجیدگی اور کشیدگی کے لفظوں کا اضافہ "قال" مذکر کے صیغہ کے بعد ہے نہ کہ مؤنث کے صیغہ 'قالت " کے بعد اسے مولانا محمد نافع اس طرح سے واضح کیا ہے جو کہ درج ذیل ہے۔

لفظ قال کی دریافت

مذکورہ ۱۶ مقامات میں (جہاں مناقشانہ کلمات پائے جاتے ہیں) تدبر کرنے سے یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ مذکورہ الفاظ مندرجہ ذیل مواضع میں "قال" کے بعد مذکورہ ہوئے ہیں یعنی "قال" کا مقولہ ہیں "قالت" کا مقولہ نہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کلام سے خارج ہیں اس "قال" کا قائل زہری کا کوئی شاگرد ہے، معمر بن راشد یا کوئی دوسرا آدمی۔ "قال" کا فاعل خود ابن شہاب زہری ہے اور کشیدگی کے مذکورہ الفاظ اس کے اپنے فرمودات میں سے ہیں جو اصل روایات میں آمیخت کر دیے گئے ہیں"

جن مواضع میں "قال" کا لفظ استعمال ہوا ہے اس حوالہ سے مولانا محمد نافعؒ نے اپنی اس کتاب میں سات کتب کی روایات کو پیش کیا ہے۔ حافظ کبیر ابو بکر عبدالرزاق بن ہمامؒ المتوفی (211ھ) کتاب "المصنف" جلد خامس، امام محمد بن اسماعیل البخاریؒ جلد ثانی کتاب الفرائض، مسند ابی عوانہ جلد رابع، علامہ ابو بکر احمد بن الحسین البیہقی کی تصنیف مشہور السنن الکبریٰ جلد سادس، مسلم شریف، تاریخ الامم والملوک لابی جعفر محمد بن جریر طبری (المتوفی 310) حافظ عمادالدین ابن کثیرؒ کی البدایہ جلد خامس میں بخاری سے روایت نقل کی گئی ان تمام کتب کی روایات میں "قَالَ: فَهَجَرَتْهُ فَاطِمَةُ، فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتَّى مَاتَتْ۔ کے الفاظ موجود ہیں یعنی کشیدگی اور رنجیدگی کے الفاظ "قال" کے بعد ہیں اور سند ہذا میں زہری موجود ہے۔[32]

اس حوالہ سے الکفایہ فی علم الروایہ میں ربیعہ بن ابی عبدالرحمان (متوفی: 142ھ) (ابن شہاب زہری کے ہم عصر ہیں) اس حوالہ سے ابن شہاب زہری کو نصیحت کرتے ہیں کہ اپنی رائے کو روایت میں ذکر نہ کریں اور اگر اپنی رائے بیان کرنا ہو تو اس میں فرق رکھا کریں عبارت درج ذیل ہے۔

"كَانَ رَبِيعَةُ بْنُ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ يَقُولُ لِابْنِ شِهَابٍ: "إِنَّ حَالِي لَيْسَتْ كَحَالِكَ, فَقَالَ لَهُ ابْنُ شِهَابٍ: وَكَيْفَ ذَلِكَ؟ قَالَ رَبِيعَةُ: أَنَا أَقُولُ بِرَأْيِي, مَنْ شَاءَ أَخَذَهُ فَعَمِلَ بِهِ, وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ, وَأَنْتَ تُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَحَفَّظْ فِي حَدِيثِكَ" [33]

غرض یہ کہ ربیعہ بن ابی عبدالرحمان، ابن شہاب زہری سے کہتے ہیں کہ میرا حال تمہارے جیسا نہیں ابن شہاب نے ان سے کہا وہ کیسے ربیعہ نے ان سے کہا جب آپ لوگوں کو روایت بیان کریں تو اپنی روایت میں اور اپنی رائے میں فرق قائم کیا کریں تا کہ لوگوں کو آپ کی رائے اور نبی اکرم ﷺ کی حدیث میں فرق معلوم ہو سکے یعنی دونوں میں تخلیط نہ ہو۔

---

[32]۔ ایضا ص 139

[33]۔ خطیب البغدادی 'ابو بکر احمد بن علی (المتوفی 463ھ) الکفایہ فی علم الروایہ 'ص 169

"ناظرین با تمکین پر عیاں ہو گیا کہ ابن شہاب زہری اپنی مرویات میں اختلاط و تخلیط فرمایا کرتے تھے اس وجہ سے ان کے ہم عصر حضرات کو اس گفتگو اور اس مکالمہ کی ضرورت پیش آئی۔ نیز اہل علم کے اطمینان کے لیے یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ علامہ ابن شہاب زہری کے ادراجات فی الروایات بے شمار پائے جاتے ہیں ۔بہت سے اکابر علماء مثلاً دار قطنی، طحاوی، ابن عبد البر، بیہقی، ابو بکر الحازی، امام نوی، جمال الدین الزیلعی، ابن کثیر، ابن حجر عسقلانی، جلال الدین سیوطی اور ملا علی قاری وغیر ہم رحمہم اللہ نے زہری کے ادراجات کو تصریحاً ذکر کیا ہے اور ان کی عبارت کو ہم نے جمع کیا ہے"[34]

چند توجہ طلب مرویات

جس طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو نا رنجیدہ ہونا اور کبیدہ خاطر ہونا بیان کیا گیا ہے بالکل اسی طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت علی رضی اللہ عنہا کے ساتھ متعدد بار رنجیدہ ہونا، ناراض ہونا اہل تشیع کی معتبر کتابوں میں درج ہے اس سلسلہ میں مولانا محمد نافعؒ نے اپنی کتاب رحماءُ بینہم میں اہل تشیع کی کتب سے چار واقعات حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ناراض ہونے کے درج کیے ہیں۔(1) اہل تشیع کی مشہور تصنیف علل الشرائع جسے معروف عالم شیخ صدوق نے بیان کیا(2) ملا باقر مجلسی کی تصنیف بحار الانوار جلد دہم (3) الامالی للشیخ الطوسی جزثانی(4) شیخ صدوق ابن بابویہ القمی کی علل الشرائع باب نمبر 148 ص 185۔186، طبع جدید۔ مولانا محمد نافعؒ نے علل شرائع کی کتاب صفحہ نمبر 186،185 باب نمبر 148 طبع جدید عراق سے جو حوالہ پیش کیا ہے اس کی تفصیل اس طرح ایک بدبخت آدمی نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کو بتلایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ابو جہل کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں منگنی کا خطبہ ہو چکا ہے عورتوں میں فطرتاً اللہ تعالیٰ نے یہ جزبہ رکھا ہے اس وجہ سے حضرت فاطمہ سخت رنجیدہ ہوئیں اسی پریشانی اور غمناکی میں صبح سے شام ہوئی شام کے وقت حضرت حسن وحسین اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو ساتھ ملا کر اپنے والد صاحب دراقدس کے گھر تشریف لے آئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب گھر تشریف لائے اور خاتون جنت اور بچوں کو گھر میں نہ پایا تو بہت فکر مند ہوئے انہیں یہ بات اچھی نہ لگی تو مسجد میں جاکر لیٹ گئے اور جب سارا واقعہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو سنایا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رنجیدگی اور غمناکی دیکھی تو کپڑے پہن کر مسجد میں تشریف لے گئے اور اللہ کی عبادت میں مشغول ہو گئے اور اللہ تبارک تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ اس رنجیدگی اور غمناکی کو دور کر دے اور بچوں کو ساتھ لیکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے آپ ﷺ نے ان کے پاؤں پر پاؤں رکھ کر بیدار کیا اور فرمایا قم یا اباتراب! آرام کرنے والوں کو تونے بے قرار کر دیا ہے(اور فرمایا) کہ جاؤ ابو بکر، عمر اور طلحہ کو بلا کر لے آؤ حضرت علی ان تینوں کو بلا لائے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں جب یہ سب جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو متوجہ کر کے ارشاد فرمایا کہ یا علی اماعلمت ان فاطمہ بضعۃ منی وانا منہا فمن اذاھا فقد اذانی ومن اذانی فقد اذاللہ۔۔۔۔ فقال علی بلی یا رسول اللہ اے علی کیا آپ نہیں جانتے کہ فاطمہ میر جسم کا ٹکڑا ہے میری اولاد ہے جس نے اسے دکھ دیا اس نے مجھے دکھ دیا، جس نے مجھ دکھ دیا اس نے اللہ کو دکھ دیا تو علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا جی رسول اللہ سچ فرماتے ہیں اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے معذرت کی۔ رنجیدگی کے یہ واقعات اہلسنت کی کتب میں موجود ہیں ابو جہل کی لڑکی کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا منگنی و خطبہ کا واقعہ اس طرح مولانا محمد نافعؒ نے بخاری شریف کی جلد ثانی ص 787 اور جلد اول ص 528 کا حوالہ پیش کیا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ، نبی اکرم ﷺ کے پاس ناراض ہو کر آئیں اور آپ ﷺ کو اس بات کا بڑا رنج ہوا آپ ﷺ نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا میں اس بات کی کسی طرح اجازت نہیں دے سکتا اگر علی وہاں نکاح کرنا چاہتے ہیں تو میری بیٹی کو طلاق دے دیں۔ اللہ کے دشمن کی بیٹی(ابو جہل کی لڑکی) اور اللہ کے رسول کی بیٹی ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہیں جو بات اس کو بری لگتی ہے وہ مجھے بھی بری لگتی ہے اور جو بات اس کو دکھ دیتی ہے وہ مجھے بھی دکھ دیتی ہے۔

"فانما ھی بضعتہ منی یریبنی ما ارابھا ویوذینی ما اذاھا"[35] پھر اسی طرح بخاری شریف کی ایک اور حدیث ہے جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ابو جہل کی بیٹی سے شادی کا واقعہ بیان ہوا جو کہ درج ذیل ہے۔

---

[34]۔ محمد نافع ، رُحَمَاءُ بَینَہم ، جلد اول ، ص 146

[35]۔ محمد نافع ، رُحَمَاءُ بَینَہم ، جلد اول ، ص 152 ، 148

إِنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ خَطَبَ ابْنَةَ أَبِي جَهْلٍ عَلَى فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلاَمُ، فَسَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔"[36]

بے شک علی بن ابی طالب نے فاطمہ پر ابو جہل کی بیٹی کو پیغام نکاح بھیجا پس میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ اس بارے میں منبر پر لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے اور میں اس دن بالغ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا بے شک فاطمہ مجھ سے ہے اور میں خوف کھاتا ہوں کہ ان کو ان کے دین کے بارے میں فتنہ میں ڈالا جائے گا۔ پھر آپ ﷺ نے بنو عبد الشمس سے اپنا دامادگی کا رشتہ ذکر فرمایا اور اپنی ان کے ساتھ دامادگی کے رشتہ کی تعریف فرمائی آپ ﷺ نے فرمایا اس نے مجھ سے بات کی تو مجھ سے سچ بولا اور مجھ سے وعدہ کیا تو مجھ سے پورا کیا اور میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا اور کسی حرام کو حلال نہیں کرتا لیکن اللہ کی قسم اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی کبھی جمع نہیں ہو سکتیں۔ بتلانا مقصود یہ ہے کہ اگر بالفرض اس بات کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے رنجیدہ ہوئیں تو رنجیدگی کے الفاظ تو ان روایات میں بھی موجود ہیں بلکہ اہل تشیع کی کتب کے الفاظ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں زیادہ سخت ہیں لیکن ان رنجیدگی کے الفاظوں کو صرف سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیوں بڑھا وا دیا گیا اگر کسی مشکوک جگہ رنجیدگی کے الفاظ ہیں تو صلح اور مودت و محبت کے الفاظ بھی ہیں اور ان واقعات کے بعد کے ہیں۔

مرویاتِ رضامندی

"رَوَى إِسْمَاعِيلُ بنُ أَبِي خَالِدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: لَمَّا مرضت فاطمة أتى أبو بكر، فَاسْتَأْذَنَ فَقَالَ عَلِيٌّ: يَا فَاطِمَةُ هَذَا أَبُو بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْكِ. فَقَالَتْ: أَتُحِبُّ أَنْ آذَنَ لَهُ. قَالَ: نَعَمْ. قُلْتُ: عَمِلَتِ السُّنَّةَ -رَضِيَ اللهُ عَنْهَا- فَلَمْ تَأْذَنْ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا إِلَّا بِأَمْرِهِ. قَالَ: فَأَذِنَتْ لَهُ فَدَخَلَ عَلَيْهَا يَتَرَضَّاهَا وَقَالَ: وَاللهِ مَا تَرَكْتُ الدَّارَ وَالمَالَ وَالأَهْلَ وَالعَشِيْرَةَ إِلَّا ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللهِ وَرَسُوْلِهِ وَمَرْضَاتِكُم أَهْلَ البَيْتِ. قَالَ: ثُمَّ تَرَضَّاهَا حَتَّى رَضِيَتْ"[37]

جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور (گھر کے اندر) آنے کی اجازت طلب کی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ ابو بکر اندر آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر آپ پسند فرمائیں تو اجازت دے دی جائے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا مجھے پسند ہے اجازت دی گئی ابو بکر رضی اللہ عنہ اندر تشریف لائے اور رضامندی چاہنے کے لیے بات کرنے لگے کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے ہم نے اپنا گھر مال وزر اور عزیز و اقارب کو چھوڑا (آپ کا) کلام جاری تھا کہ یہاں تک فاطمہ رضی اللہ عنہا (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ) سے رضامند ہو گئیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مولانا محمد نافعؒ نے اپنی کتاب رحماء بینہم میں مذکورہ مسئلہ پر اہل تشیع کی کتب کے حوالے بھی پیش کیے ہیں ان میں سے ایک پیش نظر ہے جو کہ درۂ نجفیہ شرح نہج البلاغہ ص 332، 331 تالیف ابرہیم بن حاجی حسین بن علی بن الغفار الدنبلی تاریخ تصنیف ہذا 1291ھ طبع ایران سے لیا گیا ہے۔

"وذالك ان لك ما لابيك كان رسول الله ﷺ ياخذ من فدك قوتكم ويقسم الباقى ويحمل منه فى سبيل الله ولك على الله ان اصنع بها كما كان يصنع فرضيت بذالك واخذت العهد عليه به"[38]

یعنی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو (اس مسئلہ میں اطمینان دلاتے ہوئے) کہا کہ آپ کے والد محترم کے لئے جو حق تھا وہی حق آپ کے لیے ثابت ہے حضور علیہ السلام "فدک" کی آمد سے تمہارے اخراجات لیتے تھے اور باقی ضرورت مندوں لوگوں میں تقسیم کر دیتے تھے اور اللہ کے راستہ میں اس سے سواری وغیرہ تیار کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر مجھ پر آپ کا حق ہے کہ فدک کے متعلق میں وہی

---

[36]۔ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، حدیث 3110، جلد 4، ص 83

[37]۔ الذہبی، شمس الدین ابو عبد اللہ، محمد بن احمد بن عثمان بن قائماز (التوفی 748ھ) سیر اعلام النبلاء الحدیث، قاہرہ: دار الحدیث، طبقۃ الاولیٰ، السابقون الاولون، فاطمہ بنت رسول اللہ، طباعت 1427ھ، 2006ء، جلد 3، ص 417، 416

۔ [38] محمد نافع، رُحَمَاءُ بَیْنَہُم، جلد: اول، ص: 159، 158

طریق کار جاری رکھوں جس طرح نبی کریم ﷺ رکھتے تھے پس اس معاملہ فدک کے متعلق فاطمہ رضی اللہ عنہا راضی اور خوش ہو گئیں اور اس چیز پر فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے پختہ وعدہ اور عہد لیا

مذکورہ مسائل پر دونوں کتب کا تقابل

مذکورہ مسائل پر مولانا محمد نافعؒ کی کتاب "رحماء بینھم" کی پہلی جلد اور مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ کی کتاب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مذکورہ مسائل پر اگر تقابل کیا جائے تو دونوں کے موقف میں یکسانیت ہے اور دونوں نے ان مذکورہ مسائل پر بحث کی ہے۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ نے ان پر مختصر لیکن جامع گفتگو کی، بخاری شریف کی ایک روایت جو کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت کے حوالے سے ہے جسے ابن شہاب زہری نے بیان کیا ہے اس بارے میں مولانا سعید اکبر آبادیؒ نے ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ زہری نے اس کی سند بیان نہیں کی اس کے علاوہ اس روایت کا یہ جز باقی روایات کے خلاف ہے کہ بنو ہاشم میں سے کسی نے بیعت نہیں کی روایت درج ذیل ہے۔

"حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ..........

ابن شہاب سے عروہ سے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس کے پیغام بھیجا کہ وہ چیزیں جو کہ اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کو مدینہ میں عطا کی تھیں اور فدک و خیبر کا جو کچھ بچا ہوا ہے ان میں سے جو میری میراث ہے مجھے دے دی جائیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے اور محمد کے اکارب بھی اس میں سے کھائیں گے اللہ کی قسم آنحضرت ﷺ کا صدقہ آپکی حیات مبارکہ میں جس صورت میں تھا میں اس میں کوئی تبدیلی نہیں کروں گا اور میں اس بارے میں وہی عمل کروں گا جو آنحضرت ﷺ کا عمل تھا یہ فرما کر حضرت فاطمہ کو ان چیزوں میں سے کوئی بھی چیز دینے سے انکار کیا اس پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہو گئیں اور ان کو چھوڑ دیا اور وفات پانے تک ان سے کلام نہ کیا نبی اکرم ﷺ کی وفات مبارکہ کے چھ ماہ بعد تک حضرت فاطمہ حیات رہیں جب ان کی وفات ہوئی تو ان کے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رات کے وقت ان کی تدفین کر دی اور ابو بکر کو بے خبر رکھا اور حضرت علی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی حضرت فاطمہ کی زندگی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بڑا وقار تھا لیکن حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ اب ان کی لوگوں میں پہلے جیسی بات نہیں رہی اس پر انہوں نے ان سے صلح اور بیعت کرنی چاہی ان مہینوں میں حضرت علی نے بیعت نہیں کی تھی اس لیے حضرت علی نے حضرت ابو بکر کو اپنے گھر بلایا اور یہ تنبیہ کی کہ ساتھ کوئی نہ آئے اس لیے کہ وہ اس بات کو پسند نہیں کر رہے تھے کہ عمر ان کے ساتھ آئیں چنانچہ حضرت عمر نے حضرت ابو بکر کو مشورہ دیا کہ وہ اکیلے نہ جائیں ابو بکر نے فرمایا کہ مجھے ان سے یہ توقع نہیں کہ وہ میرے ساتھ اچھا سلوک نہ کریں۔ اللہ کی قسم میں ان کے پاس ضرور جاؤں گا اس لیے ابو بکر ان سے ملنے آئے تو حضرت علی نے کلمہ شہادت پڑھ اور کہا ہم آپ کی فضیلت اور جس قدر اللہ نے آپ کو دیا اسکو جانتے ہیں اور جو (خلافت) اللہ نے آپ کو عطا کی ہے ہم اس میں آپ کی حرص نہیں کرتے لیکن آپ نے خلافت کا معاملہ خود ہی طے کر لیا جب حضور ﷺ کی قرابت کی وجہ سے ہم اس میں اپنا حصہ جانتے تھے یہ بات سن کر ابو بکر رونے لگے اور پھر کہنا شروع کیا جس اللہ کے قبضہ میں میری جان ہے اس ذات کی قسم مجھے نبی اکرم ﷺ کی قرابت اپنے اعزہ کی صلہ رحمی سے زیادہ عزیز ہے اور جو اختلاف میرے اور تمہارے درمیان واقع ہو گیا ہے تو میں نے اچھائی کرنے میں کوئی کمی نہیں رکھی اور میں نے کوئی بھی کام رسول اللہ ﷺ کے خلاف نہیں کیا یہ سن کر حضرت علی نے حضرت ابو بکر سے کہا کہ آپ دوپہر کے بعد بیعت کے لیے آئیے پھر جب حضرت ابو بکر نماز ظہر ادا کر چکے اور آپ نے کلمہ تشہد پڑھا اور حضرت علی کا گمان اور ان کی بیعت سے علیحدگی اور اس کا عذر انہوں نے بیان فرمایا پھر استغفار ادا کیا اور اس کے بعد حضرت علی نے کلمہ شہادت پڑھا ابو بکر کے بڑائی کے حق کو بیان فرمایا انہوں کہا کہ میں نے جو کچھ کہا اس کی وجہ یہ نہیں کہ میں حضرت ابو بکر سے حسد کرتا تھا اور جو انعامات اللہ نے انہیں دیے ہیں ان کا انکاری تھا لیکن معاملہ یہ ہے کہ خلافت کے سلسلہ میں ہم بھی اپنا حصہ سمجھتے تھے اس سلسلہ میں ابو بکر نے ہم سے بات ہی نہ کی اس بات کا ہمیں افسوس تھا یہ سن کر سب مسلمان خوش ہوئے اور انہوں نے کہا آپ نے ٹھیک فرمایا مسلمان حضرت علی سے قریب ہو گئے جب وہ امر بالمعروف کی جانب پلٹ آئے۔ اس روایت کو ابن شہاب زہری نے روایت کیا ہے ان کے بارے میں تقریباً انہی خدشات اور احتمالات کا ذکر مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے کیا ہے جو کہ مولانا محمد نافعؒ نے کیا ہے مولانا سعید اکبر آبادی فرماتے ہیں کہ صحیح مسلم میں بھی اس کے علاوہ

زہری ہی سے روایت ہے کہ کسی شخص نے ان سے ذکر کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات تک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تو انہوں نے یہ کہا کہ صرف حضرت علی نہیں بلکہ بنو ہاشم میں سے کسی نے بھی نہیں کی جبکہ حافظ ابن حجر نے اسے بیہقی سے نقل کیا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ زہری نے اس کی سند بیان نہیں کی۔ بیہقی نے اس روایت کے ضعیف ہونے کی وجہ یہ بھی بیان ہے کہ اس روایت کے علاوہ یہ جز بھی تمام روایات کے خلاف ہے کہ بنو ہاشم میں سے کسی نے بھی بیعت نہیں کی۔[39]

نتائج تحقیق

مولانا سعید اکبر آبادیؒ کی تصنیف "صدیق اکبر رضی اللہ عنہ "اور مولانا محمد نافعؒ کی تصنیف "رُحماءُ بینھم "دونوں کتب موضوعات، مضامین اور مستند دلائل کے حوالے سے شہرہ آفاق ہیں۔ مذکورہ دونوں مصنفین کا کتب تصنیف کرنے کا مقصد متلاشیان حق تک مستند دلائل و مآخذ کی روشنی میں خلفائے راشدین خصوصاً سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا روشن کردار آشکارہ کرنا ہے اور ان روایات و تاریخی حوالوں کی حقیقت کو بیان کرنا ہے جن ملاوٹ و تخلیط شدہ روایتوں اور تاریخی حوالوں کو آڑ بنا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان مشاجرت کی کیفیات کے تاثرات قائم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جبکہ یہ روایات ان نفوس قدسیہ کے لائق شان نہیں۔، مذکورہ بالا دونوں کتب میں بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا کہ کون سی روایات قابل قبول ہیں اس عنوان پر سیر حاصل بحث کی گئی اور مستند دلائل کی روشنی میں ان روایات و تاریخی حوالوں کی تحقیق و تفتیش سے نشاندہی کی گئی جن کی وجہ سے نزاع پیدا ہوا پھر دونوں مصنفین کے مؤقف کا دیگر معروف محققین و مصنفین سے ہم نے موازنہ کیا تو دیگر مصنفین کا بھی قریب قریب یہی نظریہ اور مؤقف ہے جو مولانا محمد نافعؒ اور مولانا سعید اکبر آبادیؒ کا ہے۔ دونوں مصنفین نے اپنے قلم کو ہر طرح کی دل آزاری اور فرقہ واریت سے پاک رکھتے ہوئے خلفائے راشدین خصوصاً سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان شکوک شبہات کو دور کرنے کی کوشش کی جن کی وجہ تفریق و نزع پیدا ہوتا ہے اور رحماءُ بینھم (آپس میں مہربان) کے قرآنی اعلان کو اجاگر کرنے کی کامیاب کوشش کی جو خلفائے ثلاثہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان بدرجہ اتم موجود تھا۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)

---

[39]۔ سعید احمد، اکبر آبادی، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، ص 929، 98